تعارف وتبصرہ

مقاصدِ شریعت — پروفیسر محمد نجات اللہ صدیقی

ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی-۲۵، ۲۰۰۹ء، صفحات: ۳۴۴، قیمت-/۱۴۰ روپے

فقہائے کرام نے ہر دور میں اپنے فقہی استنباطات کے لیے قرآن، سنت، اجماع اور قیاس کے علاوہ مقاصدِ شریعت اور مصالحِ امت کو بنیاد بنایا ہے۔ اس موضوع پر امام شاطبی (م ۷۹۰ھ) کی مشہور تصنیف **الموافقات فی اصول الشریعة** میں بڑی قیمتی اور تفصیلی بحثیں ملتی ہیں۔ برصغیر میں فکر اسلامی کے مجدد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) کی کتاب **حجة الله البالغة** بھی اس ضمن میں اہمیت کی حامل ہے۔ ماضی قریب میں تیونس کے عالم شیخ محمد طاہر بن عاشور (م ۱۹۷۳ء) نے **مقاصد الشریعة الاسلامیة** کے نام سے ایک مبسوط کتاب لکھی، پھر تو اس موضوع پر بحث ومباحثہ اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ چل پڑا۔ متعدد حضرات نے شاطبیؒ اور ابن عاشورؒ کے افکار کے تحلیل وتجزیہ پر مبنی کتابیں تصنیف کیں۔ بہت سوں نے مقاصدِ شریعت کے عنوان سے کتابیں لکھیں، جن میں موجودہ دور کے بدلتے ہوئے حالات میں اجتہاد کے سلسلے میں مقاصد شریعت کو پیش نظر رکھنے پر زور دیا۔ ہندوستان میں اسلامک فقہ اکیڈمی نے اس موضوع پر کئی مجالسِ مذاکرہ منعقد کیں اور کئی کتابوں کے اردو ترجمے شائع کیے۔ زیرِ نظر کتاب بھی اس موضوع پر ایک مفید اور قابل قدر اضافہ ہے۔ اس کے مباحث پہلے مقالات کی شکل میں ادارۂ تحقیقات اسلامی اسلام آباد (پاکستان) کے مجلّہ سہ ماہی 'فکر و نظر' میں شائع ہوئے، جنھیں ہندوستان کے بعض مجلّات نے بھی نقل کیا۔ فاضل مصنف نے بعض علمی مجالس میں بھی انھیں پیش کیا، پھر ادارۂ تحقیقات اسلامی نے انھیں کتابی صورت میں شائع کیا۔ اب ہندوستان سے بھی اس کی اشاعت عمل میں آئی ہے۔

یہ کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں فاضل مصنف نے موضوع کی اہمیت اور تاریخی پس منظر بیان کرتے ہوئے امام شاطبیؒ اور شاہ ولی اللہؒ کے اضافات پر روشنی ڈالی ہے۔ پھر مقاصد شریعت کی طرف حالیہ توجہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی روایتی

فہرست (دین، جان، عقل، نسل اور مال) میں انسانی عز وشرف، بنیادی آزادیاں، عدل وانصاف، ازالۂ غربت و کفالت عامہ، سماجی مساوات، امن وامان اور نظم ونسق اور باہمی تعاون کے اضافہ کو وقت کی ضرورت قرار دیا ہے۔ دوسرے باب میں اس بات کا جائزہ لیا ہے کہ جدید مسائل پر غور وفکر اور ان کے بارے میں حکم شرعی کی دریافت کی حالیہ کوششوں میں مقاصد شریعت کو کس حد تک ملحوظ رکھا گیا ہے؟ اس ضمن میں کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت، بغیر محرم کے عورت کا سفر، صدقۂ فطر کی نقد ادائیگی، قطبین کے علاقوں میں نماز روزہ کے اوقات، طویل المیعاد ٹھیکوں میں ادائیگی اور تورّق کی مثالیں دی ہیں۔ تیسرے باب کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مقاصد شریعت کی پہچان اور تطبیق قرآن وسنت کی روشنی میں عقل وفطرت کی مدد سے ممکن ہے۔ چوتھے باب میں بیان کیا گیا ہے کہ مقاصد شریعت کے فہم و تطبیق میں ممکنہ اختلافات کو کس طرح حل کیا جائے؟ اس ضمن میں عہد نبوی اور عہد خلافت راشدہ کے نظائر پیش کرتے ہوئے مشاورت کے عمل کو بروئے کار لانے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ پانچویں باب میں مصنف نے مقاصد شریعت کی روشنی میں اجتہاد کی بعض حالیہ کوششوں کا جائزہ لیا ہے، جن میں وقت گزرنے کے ساتھ فتوے بدل گئے۔ اس ضمن میں انھوں نے بہ طور مثال غیر مسلم اکثریتی ممالک میں مسلمانوں کے لیے اور مسلم اکثریتی ممالک میں غیر مسلموں کے لیے شہریت، حکومت میں شرکت اور فوج میں شمولیت، کتابی مرد کے نکاح میں عورت کا باقی رہنا، سیاسی اور سماجی میدانوں میں عورت کا کردار جیسے مسائل پیش کیے ہیں، چھٹے باب میں مقاصد شریعت کی روشنی میں معاصر اسلامی مالیات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ساتویں باب میں پوری انسانیت کو درپیش مسائل کے سلسلے میں مقاصد شریعت کو رہ نما بنایا گیا ہے۔ آٹھویں باب میں ان اندیشوں کا ازالہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو نئے پیش آمدہ مسائل میں مقاصد شریعت پر مبنی اجتہاد کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

مقاصد ومصالح کا فہم اور ان کی روشنی میں نئے پیش آمدہ مسائل کا حل شریعت کا ایک اہم موضوع ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں اس پر بڑی فاضلانہ بحث کی گئی ہے۔ مصنف نے متعدد مثالیں پیش کر کے بجا طور پر یہ بات کہی ہے کہ حالات بدلنے سے فتاویٰ بھی بدلتے

رہے ہیں اور ہر موقع پر مقاصد شریعت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ان کی یہ بات مبنی بر حقیقت ہے کہ مقاصدِ شریعت کا تعلق صرف معروف 'فقہی' مسائل سے نہیں، بلکہ فکر و عمل کے ہر پہلو سے ہے۔ یہ بات بھی گہرے فکر پر مبنی ہے کہ مقاصد کے فہم کے لیے احکام شریعت کے سیاق (Context) کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ انھوں نے مقاصد شریعت کی فہرست میں جو اضافے تجویز کیے ہیں، اگرچہ انھیں روایتی فہرست میں داخل کیا جا سکتا ہے، لیکن اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ گلوبلائزیشن کے چیلنجوں سے عہدہ برآ ہونے اور عالمی سطح کے نئے پیچیدہ مسائل کے حل کے لیے ان اضافوں کو نئے عنوانات کے ساتھ پیش کیا جائے۔

فاضل مصنف کا احساس ہے کہ نئے مسائل میں احکام شریعت کے استنباط کے میدان میں روایتی فقہاء کی اجارہ داری قائم ہے، جسے اب ختم ہو جانا چاہیے۔ وہ بار بار اس خیال کا اظہار کرتے ہیں کہ ''جمہور امت کی فعّال شرکت کے بغیر دینی درس گاہوں سے فارغ علماء اور فقہاء مسائل زمانہ سے نمٹ نہیں سکتے'' (ص ۱۶۵) ''سابقہ صورت حال یوں بھی برقرار نہیں رہ سکتی کہ گزشتہ چند برسوں میں معروف فقہی دائرہ میں استفتاء اور افتاء کے متوارث نظام کی کم زوریاں سامنے آ کر مسلمانوں کی خفت کا سبب بن چکی ہیں'' (ص ۳۱۶) اصل بات یہ ہے کہ نئے مسائل میں شریعت کی رہ نمائی مطلوب ہے۔ اس لیے اس ذمہ داری سے وہی لوگ صحیح طریقے پر عہدہ برآ ہو سکتے ہیں جو مسائل کی جزئیات وتفصیلات کا علم رکھتے ہوں اور جن کی مصادر شریعت پر بھی گہری نظر ہو۔ اس کی بہ خوبی انجام دہی اگر وہ روایتی علماء نہیں کر سکتے جو جدید زمانہ کی پیچیدگیوں سے کما حقہ واقف نہیں ہیں تو وہ دانش ور بھی فکری انتشار واختلال کا سبب بنیں گے جو اپنے میدان کے تو ماہر ہیں، لیکن مصادر شریعت سے براہ راست واقف نہیں ہیں، جیسا کہ آئے دن اس کی مثالیں سامنے آتی رہتی ہیں۔ ضرورت ایسے مردان کار کی ہے جو دونوں پہلوؤں سے بصیرت رکھتے ہوں۔ جب تک یہ ممکن نہ ہو اس وقت تک اجتماعی کوششوں سے ہی کام چلانا پڑے گا۔

مصنف موصوف اس پر بھی بہت زور دیتے ہیں کہ ''مقاصدِ شریعت پر مبنی اجتہاد کے عمل میں عام مسلمانوں کو بھی ضرور شریک کرنا چاہیے، وہ من جانب اللہ اس کے مکلّف

ہیں، پھر انھیں اس سے روکنا کیوں کر درست ہو سکتا ہے؟'' اس سلسلے میں وہ تاریخ اسلام کے عہد زرّیں کو رہ نما بنانے کا مشورہ دیتے ہیں (ص ۱۶۷، ۱۶۸، ۳۰۷، ۳۰۹-۳۱۱، ۳۱۴ وغیرہ) یہاں انھوں نے دو باتوں کو خلط ملط کر دیا ہے۔ احکام شریعت سے واقفیت حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا ایک چیز ہے اور نئے پیش آمدہ مسائل میں شریعت کے نصوص اور مقاصد کی روشنی میں احکام شرعی کا استنباط و استخراج دوسری چیز ہے۔ جو لوگ مصادر شریعت کا علم رکھتے ہوں نہ حالات حاضرہ اور پیش آمدہ مسائل کی فنّی تفصیلات سے واقف ہوں وہ احکام شرعی کا استنباط کیسے کر سکتے ہیں؟ عوام صرف پہلی چیز کے مکلّف ہیں۔ تاریخ اسلامی کے کسی بھی دور میں وہ نئے مسائل میں احکام شرعی کے استنباط کے عمل میں شریک نہیں رہے ہیں۔ قرآن کریم سے بھی اشارہ ملتا ہے کہ استنباط ہر کس و ناکس کا کام نہیں، بلکہ بعض مخصوص لوگ ہی اس کے اہل ہوتے ہیں (النساء: ۸۳)

فاضل مصنف نے 'اجتہاد کی حالیہ کوششوں' کے ضمن میں بعض دانش وروں کی ایسی آراء نقل کی ہیں جن سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً سوڈانی دانش ور ڈاکٹر حسن ترابی کا یہ کہنا کہ ''مجھے کتاب و سنت میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملا جس سے مسلمان عورت کے اہل کتاب مرد کے نکاح میں رہنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہو (ص ۱۷۸، ۲۰۱) ''قرآن میں حکم حجاب کا تعلق مسلمان عورتوں سے نہیں ہے، بلکہ وہ صرف ازواج مطہرات کے لیے تھا'' (ص ۱۹۵) یا مشہور نو مسلم مترجم قرآن محمد اسد کے حوالے سے جرمن دانش ور مراد ہوفمان کا یہ کہنا کہ مسلمان عورت کے لیے سر ڈھانکنے کا کوئی واضح حکم قرآن و سنت میں نہیں ہے، بلکہ یہ عرب کے موسم کے سیاق میں پایا جانے والا ایک رواج تھا، جس کی پابندی کہیں اور رہنے والی عورت کے لیے ضروری نہیں (ص ۱۹۵) اس طرح کی اور بھی متعدد شاذ آراء مصنف نے جمع کر دی ہیں۔ اس طرح کی شاذ رائیں مختلف مسائل میں پہلے بھی موجود رہی ہیں، لیکن امت انہیں رد کر چکی ہے۔ مصنف نے جن آراء کا حوالہ دیا ہے ان میں سے ہر ایک پر مفصل اور مدلّل بحث کی جا سکتی ہے، لیکن یہ مقام اس کا متحمل نہیں ہے۔ تفصیل کے طالب مولانا سید جلال الدین عمری کی وقیع تصانیف 'عورت اسلامی معاشرہ

میں، 'مسلمان عورت کے حقوق اوران پر اعتراضات کا جائزہ' اور 'اسلام کا عائلی نظام' کی طرف رجوع کر سکتے ہیں، جن میں مضبوط دلائل کے ساتھ ان آراء کا رد کیا گیا ہے۔

کتاب کے مرکزی موضوع سے ہٹ کر مصنف کی بعض ضمنی باتیں بھی نظر ثانی کی محتاج ہیں۔ مثلاً ایک جگہ انھوں نے لکھا ہے: ''عہد نبوی میں حدیث کی تدوین سے گریز کیا گیا، تاکہ خدا کا کلام محفوظ رہے۔ یہ کام تابعین اور تبع تابعین کے دور میں زور شور سے شروع ہوا'' (ص ۳۲۰) یہ بات اتنے عموم کے ساتھ صحیح نہیں، رسول اللہ ﷺ نے آغازِ وحی میں احادیث قلم بند کرنے سے منع کیا تھا، لیکن بعد میں اس کی اجازت دے دی تھی، چنانچہ عہدِ نبوی ہی میں متعدد صحابۂ کرام نے احادیث کے مجموعے تیار کر لیے تھے، پھر عہدِ صحابہ میں تدوین احادیث کا کام مزید آگے بڑھ گیا تھا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے صحیفۂ ہمام بن منبہ (طبع کراچی ۱۹۹۸ء) کے دیباچہ بہ عنوان 'حدیث نبوی کی تدوین وحفاظت' میں اس پر بڑی تفصیل اور تحقیق کے ساتھ بحث کی ہے۔ مزید ملاحظہ کیجیے عجاج خطیب کی قابل قدر تصنیف 'السنۃ قبل التدوین'۔

ص ۵۱ پر مصنف نے ایک حدیث کا یہ ترجمہ تحریر کیا ہے: نبی ﷺ نے ایک موقع پر حضرت عائشہؓ سے فرمایا: ''اگر تمھاری قوم کے لوگ کچھ ہی دنوں پہلے جاہلیت کا شکار نہ رہ چکے ہوتے تو میں حکم دیتا کہ بیت اللہ کو ڈھا دیا جائے، پھر اس کے اندر وہ (رقبہ) داخل کر دیتا جو اس سے باہر کر دیا گیا ہے اور اس کے دروازے کو سطح زمین سے ملا دیتا۔ اس طرح میں اسے اصل ابراہیمی بنیادوں پر بحال (قائم) کر دیتا۔ مگر مجھے ڈر ہے کہ ان کے دل (اسلام سے) پلٹ جائیں گے'' حدیث کے آخری خط کشیدہ ٹکڑے کا ترجمہ صحیح نہیں۔ عربی متن یہ ہے: **فَاَخَافُ اَنْ تُنْكِرَ قُلُوْبُهُمْ**۔ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہوگا: مجھے ڈر ہے کہ ان کے دل میرے اس عمل کو ناپسند کریں گے (اسے غلط سمجھیں گے)۔

حاصل یہ کہ عصری اہمیت کے حامل ایک اہم موضوع پر یہ ایک فکر انگیز کتاب ہے۔ فاضل مصنف نے بحث ومناقشہ کے لیے متعدد نکات اٹھائے ہیں۔ امید ہے، اہل علم اس کی جانب متوجہ ہوں گے اور بحث کو آگے بڑھائیں گے۔ (محمد رضی الاسلام ندوی)